

ابوطالب کا اسلام

از غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

... . يَقُولُهُ الْجُهَالُ مِنَ الرَّافِضَةِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ أَنَّ أَبَا طَالِبٍ آمَنَ وَيَحْتَجُّونَ بِمَا فِي "السِّيَرَةِ" مِنَ الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ، وَفِيهِ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ وَقْتُ الْمَوْتِ، وَلَوْ أَنَّ الْعَبَّاسَ ذَكَرَ أَنَّهُ آمَنَ لَمَا كَانَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَمَّكَ الشَّيْخُ الضَّالُّ كَانَ يَنْفَعُكَ فَهَلْ نَفَعْتَهُ بَشِيءٌ؟ فَقَالَ: ((وَجَدْتُهُ فِي غَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ، فَشَفَعْتُ فِيهِ حَتَّى صَارَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، فِي رَجُلَيْهِ نَعْلَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاعُهُ، وَلَوْ أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ))، هَذَا بَاطِلٌ مُخَالَفٌ لِمَا فِي الصَّحِيحِ وَغَيْرِهِ، فَإِنَّهُ كَانَ آخِرَ شَيْءٍ قَالَهُ: هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَنَّ الْعَبَّاسَ لَمْ يَشْهَدْ مَوْتَهُ مَعَ أَنَّ ذَلِكَ لَوْ صَحَّ لَكَانَ أَبُو طَالِبٍ أَحَقَّ بِالشُّهُرَةِ مِنْ حَمْزَةَ وَالْعَبَّاسِ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعِلْمِ الْمُتَوَاتِرِ الْمُسْتَفِيزِ بَيْنَ الْأُمَّةِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ أَنَّهُ لَمْ يُذَكَّرْ أَبُو طَالِبٌ -- فِي جُمْلَةٍ مِنْ يُذَكَّرُ مِنْ أَهْلِ الْمُؤْمِنِينَ كَحَمْزَةَ وَالْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، كَانَ هَذَا مِنْ أَبْنِ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ كَذِبٌ .

"رافضی اور دیگر جاہل لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب ایمان لے آئے تھے۔ اس سلسلے میں وہ کتب سیرت میں مذکور ایک ضعیف حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ ابوطالب نے موت کے وقت (ایمان کے بارے میں) غلطی کا کام کی تھی، لیکن اگر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ابوطالب کے ایمان کا ذکر کیا ہوتا تو وہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات نہ کہتے کہ آپ کا گمراہ بچا (اپنی زندگی میں) آپ کو نفع پہنچایا کرتا تھا۔ کیا آپ نے بھی اسے کوئی فائدہ پہنچایا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَجَدْتُهُ فِي غَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ، فَشَفَعْتُ فِيهِ

حَتَّى صَارَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، فِي رَجُلَيْهِ نَعْلَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاعُهُ، وَلَوْ أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ)) (میں نے انہیں آگ میں غوطے لیتے دیکھا تو ان کی سفارش کی حتیٰ کہ وہ جہنم کے بالائی طبقہ میں آ گئے۔ اب ان کے پاؤں میں آگ کے وہ جوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کا دماغ کھول رہا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے گڑھے میں ہوتے)۔ (دیکھیں صحیح البخاری: 6564، صحیح مسلم: 362، 360) یعنی یہ بات صحیح بخاری وغیرہ میں مذکورہ قصے کے خلاف ہے۔ ابوطالب نے آخری کلام یہ کی تھی کہ وہ عبدالمطلب کے وین پر قائم ہیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ تو ابوطالب کی موت کے وقت موجود نہ تھے۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ابوطالب کے ایمان کی شہرت سیدنا حمزہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ سلف سے خلف تک متواتر اور مشہور و معلوم بات ہے کہ ابوطالب — کارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان لانے والے رشتہ داروں، مثلاً سیدنا حمزہ، سیدنا عباس، سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم میں ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ اس بات کے جھوٹ ہونے پر واضح ترین دلیل ہے۔ (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: 327/4)

اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے کے دلائل ذکر کرتے ہیں:

دلیل نمبر 1: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾

القصاص: ۵۶ "اے نبی! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔"

یہ آیت کریمہ بالاتفاق ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ (631-676ء) فرماتے ہیں: فَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ، وَكَذَا نَقَلَ إِجْمَاعُهُمْ عَلَى هَذَا الرَّجَاحِ وَغَيْرِهِ، وَهِيَ عَامَّةٌ، فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي وَلَا يُضِلُّ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى. "مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ رجحان وغیرہ نے مفسرین کا اجماع اسی طرح نقل کیا ہے۔ یہ آیت عام (بھی) ہے۔ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔" (شرح صحیح مسلم للنووی: 41/1)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (773-852ء) لکھتے ہیں: "بیان کرنے والے اس بات میں اختلاف نہیں کرتے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔" (فتح الباری لابن حجر: 506/8)

والکلیل ص 2 : سیدنا مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَوَجَدَهُ عِنْدَ أَبِي جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - « يَا عَمَّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ »، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَرَوْعْبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْزِّضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ: هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - « أَمَا وَاللَّهِ لَا أَسْتَغْفِرُكَ لَكَ مَا لَمْ أَلِهْ عَنْكَ »، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَا كَانَتْ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا

أُولَى قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿الْحَبِيبِ﴾ التَّوْبَةِ: ۱۱۳، وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ القصص: ۵۶. "جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو دیکھا تو فرمایا: اے بچا! لا الہ الا اللہ کہہ دیں کہ اس کلمے کے ذریعے اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے: اے ابو طالب! کیا آپ عبد المطلب کے دین سے منحرف ہو جائیں گے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اپنی بات ابو طالب کو پیش کرتے رہے اور بار بار یہ کہتے رہے، حتیٰ کہ ابو طالب نے اپنی آخری بات یوں کی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جب تک روکا نہ گیا، اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں: ﴿مَا

كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَى قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ التَّوْبَةِ: ۱۱۳. (نبی اور مومنوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اس کے بعد کہ انہیں ان کے جہنمی ہونے کا واضح علم ہو جائے)۔ اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں قرآن نازل کرتے ہوئے اپنے رسول سے فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ القصص: ۵۶. (بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا

ہے۔“ (صحیح البخاری: 1/548، ح: 3884، صحیح مسلم: 1/40، ح: 24) یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ ابو طالب کافر تھے۔ وہ ملت عبدالمطلب پر فوت ہوئے۔ انہوں نے مرتے وقت کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اُن کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اُن کے حق میں دُعا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

الحلیل حمیری 3 : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- لِعَمَّةٍ: «قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُعِيرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ: إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ الْجَزَعُ لِأَقَرَّرْتُ بِهَا عَيْنَكَ، فَأَقُولَ اللَّهُ: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ القصص: ۵۶

”رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا (ابو طالب) سے کہا: آپ لا اِلهَ اِلاَّ اللہ کہہ دیں۔ میں قیامت کے روز اس کلمے کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا: اگر مجھے قریش یہ طعن نہ دیتے کہ موت کی گھبراہٹ نے اسے اس بات پر آمادہ کر دیا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مہار کہ نازل فرمائی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ القصص: ۵۶ (یقیناً جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ جسے اللہ چاہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے)۔“ (صحیح مسلم: 1/40، ح: 25)

الحلیل حمیری 4 : سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَفَعْتُ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَعْصَبُ لَكَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحَضَاحٍ مِنْ نَارٍ، لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ» ”اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابو طالب کو کوئی فائدہ دیا۔ وہ تو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے تھے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (میں نے انہیں فائدہ پہنچایا ہے) وہ اب بالائی طبقے میں ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے حصے میں ہوتے۔“

(صحیح البخاری: 1/548، ح: 3883، صحیح مسلم: 1/115، ح: 209) حافظ کیلی ٹنٹ (508-581ء) فرماتے ہیں: وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ بِقُتَيْبِي أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ. ”اس حدیث کے ظاہری الفاظ اس بات کے متقاضی ہیں کہ عبدالمطلب شرک پر فوت ہوئے تھے۔“ (الروض الاحمد: 4/19)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ء) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: فَهَذَا شَأْنٌ مِنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ، فَلَوْ كَانَ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ لَنَجَا مِنَ النَّارِ أَصْلًا، وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ وَالْأَخْبَارُ الْمُتَكَثِرَةُ طَافِحَةٌ بِذَلِكَ. ”یہ صورتحال تو اس شخص کی ہوتی ہے جو کفر پر فوت ہوا ہو۔ اگر ابو طالب توحید پر فوت ہوتے تو آگ سے مکمل طور پر نجات پا جاتے۔ لیکن بہت سی صحیح احادیث و اخبار اس (کفر ابو طالب) سے لبریز ہیں۔“ (الاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: 241/7)

الحلیل حمیری 5 : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمَّةٌ، فَقَالَ: «لَعَلَّهُ تَنَفَّعَهُ شِفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَجْعَلُ فِي ضَحَضَاحٍ مِنَ النَّارِ، يَنْلُغُ كَعْبِيهِ، يَغْلِي مِثْلَ دِفَاعُهُ» ”انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا۔ آپ کے پاس آپ کے چچا (ابو طالب) کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شاید کہ اُن کو میری سفارش قیامت کے دن فائدہ دے اور اُن کو جہنم کے بالائی طبقے میں رکھا جائے جہاں عذاب صرف ٹخنوں تک ہو اور جس سے (صرف) اُن کا دماغ کھولے گا۔“

(صحیح البخاری: 1/548، ح: 3885، صحیح مسلم: 1/115، ح: 210) **الحلیل حمیری 6 :** سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُتَّعِلٌ

بَنَعْلَيْنِ يَغْلِي مَنَهُمَا دِمَاعُهُ» ”جنیموں میں سے سب سے بڑے مذاب والے شخص ابو طالب ہوں گے۔ وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوں گے جن کی وجہ سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔“ (صحیح مسلم: 1/115، ح: 212)

طویل حمیر 7 : خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
لَمَّا تُوفِّيَ أَبِي أَنَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنَّ عَمَّكَ قَدْ تُوفِّيَ قَالَ: «أَذْهَبَ قَوَارِهِ»، قُلْتُ: إِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا، قَالَ: «أَذْهَبَ قَوَارِهِ وَلَا تُحَدِّثَنَّ شَيْئًا حَتَّى تَأْتِيَنِي»، فَقُلْتُ، ثُمَّ أَنَبْتُهُ، فَأَمَرَنِي أَنْ أُغْتَسِلَ. ”جب میرے والد فوت ہوئے تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ کے چچا فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا کر انہیں دفنا دیں۔ میں نے عرض کی: یقیناً وہ تو مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جائیں اور انہیں دفنا دیں، لیکن جب تک میرے پاس واپس نہ آئیں کوئی نیا کام نہ کریں۔ میں نے ایسا کیا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔“

(مسند الطیالسی: ص 19، ح: 120، وسندہ حسن متصل)
ایک روایت کے الفاظ ہیں: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالُّ مَاتَ، فَمَنْ يُوَارِيهِ؟ قَالَ: «أَذْهَبَ قَوَارِ أَبَاكَ...» ”(سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کے گمراہ چچا فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو کون دفنائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جائیں اور اپنے والد کو دفنا دیں۔“ (مسند الامام احمد: 1/97، سنن ابی داؤد: 3214، سنن النسائی: 190، 2008، واللفظ له، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزمہ (کما فی الإصابة لابن حجر: 114/7) اور امام ابن جارود رحمہ اللہ (550) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

یہ حدیث نص قطعی ہے کہ ابو طالب مسلمان نہیں تھے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ تک نہیں پڑھی۔

طویل حمیر 8 : سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا انتہائی واضح بیان ملاحظہ ہو:
وَكَانَ عَقِيلٌ وَرَثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - شَيْئًا، لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ.

”عقیل اور طالب دونوں ابو طالب کے وارث بنے تھے، لیکن (ابو طالب کے بیٹے) سیدنا جعفر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے ان کی وراثت سے کچھ بھی نہیں لیا کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے جبکہ عقیل اور طالب دونوں کافر تھے۔“

(صحیح البخاری: 1/216، 1588، صحیح مسلم: 33/2، ح: 1614 مختصراً)
یہ روایت بھی تین دلیل ہے کہ ابو طالب کفر کی حالت میں فوت ہو گئے تھے۔ اسی لیے عقیل اور طالب کے برعکس سیدنا جعفر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں بنے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: «لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ» ”نہ مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے نہ کافر مسلمان کا۔“

(صحیح البخاری: 2/551، ح: 6764، صحیح مسلم: 33/2، ح: 1614)
امام ابن عساکر رحمہ اللہ (499-571ء) فرماتے ہیں: وَقِيلَ: إِنَّهُ أَسْلَمَ، وَلَا يَصِحُّ إِسْلَامُهُ. ”ایک قول یہ بھی ہے کہ ابو طالب مسلمان ہو گئے تھے، لیکن ان کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہے۔“ (تاریخ ابن عساکر: 307/66)

ابو طالب کے ایمان لائے بغیر فوت ہونے پر رسول اللہ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ وہ یقیناً پوری زندگی اسلام دوست رہے۔ اسلام اور بغیر اسلام کے لیے وہ ہمیشہ اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتے رہے لیکن اللہ کی مرضی کہ وہ اسلام کی دولت سے سرفراز نہ ہو پائے۔ اس لیے ہم ان کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھنے کے باوجود دُعا گو نہیں ہو سکتے۔

حافظ ابن کثیر (700-774ء) ابو طالب کے کفر پر فوت ہونے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَلَوْ لَا مَا نَهَانَا اللَّهُ عَنْهُ مِنَ الِاسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ لَاسْتَغْفَرْنَا

لَا بُدَّ لَطَالِبٍ وَتَوَحُّمًا عَلَيْهِ ! ” اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم ابوطالب کے لیے استغفار کرتے اور ان کے لیے رحم کی دعا بھی کرتے ! ” (سورة الرسول لابن کثیر: 132/2)

ایمان ابوطالب پر دلائل کا تحقیقی جائزہ!

بعض لوگ ابوطالب کے ایمان پر دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان کا مختصر اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

① مشہور شیعہ طبرسی (م: 548ء) لکھتے ہیں: وَقَدْ ثَبَتَ إِجْمَاعُ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلَى إِيْمَانِ أَبِي طَالِبٍ، وَإِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ.

”اہل بیت علیہم السلام کا ابوطالب کے مؤمن ہونے پر اجماع ثابت ہے اور ان کا اجماع حجت ہے۔“ (تفسیر مجمع البیان للطبرسی: 31/4)

یہ دعویٰ اجماع نری دروغ گوئی ہے۔ یہ اجماع کہیں زیر زمین ہوا ہو گا۔ اس زمین کے سینے پر اس طرح کا کوئی اجماع نہیں ہوا۔ اجماع تو کیا، اہل بیت میں سے کسی ایک فرد سے باسند صحیح ایمان ابوطالب کو ثابت کر دیا جائے۔ اگر ثابت نہ ہو سکے تو ابوطالب کے کفر کی حالت میں فوت ہونے پر دلائل مان لیے جانے چاہئیں۔

② سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فَلَمَّا رَأَى حُرَّصَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ قَالَ : يَا ابْنَ أَخِي ! وَاللَّهِ، لَوْ لَا مَخَافَةُ السَّبَةِ عَلَيْكَ وَعَلَى بَنِي أَبِيكَ مِنْ بَعْدِي، وَأَنْ تَنْظُرَ قُرَيْشٌ أَكْبَىٰ إِنَّمَا قُلْتَهَا جَزَعًا مِنَ الْمَوْتِ لَقُلْتَهَا، لَا أَقُولُهَا إِلَّا لَأَسْرُكَ بِهَا، قَالَ : فَلَمَّا تَقَارَبَ مِنْ أَبِي طَالِبٍ الْمَوْتُ قَالَ : نَظَرَ الْعَبَّاسُ إِلَيْهِ يُحَرِّكُ شَفِيعَهُ، قَالَ : فَأَصْغَىٰ إِلَيْهِ بِأُذُنِهِ، قَالَ : فَقَالَ : يَا ابْنَ أَخِي ! وَاللَّهِ، لَقَدْ قَالَ أَخِي الْكَلِمَةَ الَّتِي أَمَرُهُ أَنْ يَقُولَهَا، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَمْ أَسْمَعْ . ”جب ابوطالب

نے اپنے (ایمان کے) بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حرص دیکھی تو کہا: اے بھتیجے! اللہ کی

قسم، اگر مجھے اپنے بعد آپ اور آپ کے بھائیوں پر طعن و تشنیع کا خطرہ نہ ہوتا، نیز قریش یہ نہ سمجھتے کہ میں نے موت کے ڈر سے یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں کلمہ پڑھ لیتا۔ میں صرف آپ کو خوش کرنے کے لیے ایسا کروں گا۔ پھر جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو عباس نے ان کو ہونٹ ہلاتے دیکھا۔ انہوں نے اپنا کان لگایا اور (رسول اللہ ﷺ سے) کہا: اے بھتیجے! یقیناً میرے بھائی نے وہ بات کہہ دی ہے جس کے کہنے کا آپ نے انہیں علم دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔“ (السيرة لابن هشام: 418، 417/1، المغازي ليويس بن بكير: ص 238، دلائل النبوة للبيهقي: 346/2)

تبصرہ: یہ روایت سخت ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

(١) حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (499-571ء) لکھتے ہیں: هَذَا الْحَدِيثُ فِي بَعْضِ إِسْنَادِهِ مَنْ يُجْهَلُ، وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تَذُلُّ عَلَى مَوْتِهِ كَافِرًا .

”اس حدیث کی سند کا ایک راوی نامعلوم ہے۔ اس کے برعکس صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔“ (تاریخ ابن عساکر: 333/66)

(٢) حافظ تہقی رحمہ اللہ (384-458ء) فرماتے ہیں: هَذَا إِسْنَادٌ مُنْقَطِعٌ، وَلَمْ يَكُنْ أَسْلَمَ الْعَبَّاسُ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ، وَحِينَ أَسْلَمَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ مَا فِي الْحَدِيثِ الثَّابِتِ . . . : يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَهْلُ نَفْعَتِ أَبِي طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَقْضُبُ لَكَ؟ قَالَ : « نَعَمْ، هُوَ فِي صَحْصَاحٍ مِنْ نَارٍ، لَوْ لَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ » رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ . ”یہ سند منقطع ہے۔ نیز ابوطالب کی وفات

کے وقت تک تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہما مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ابوطالب کی حالت کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے وہ بات کی جو صحیح حدیث میں موجود ہے کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ دیا ہے، وہ تو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا

کرتے تھے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، وہ اب جہنم کے بالائی طبقے میں ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے گڑھے میں ہوتے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔“
(ادلۃ النبوة للبیہقی: 346/2)

(ج) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (673-748ء) فرماتے ہیں: **هذا لا يصح، ولو كان سمعه العباس يقول لما سأل النبي صلى الله عليه وسلم، وقال: هل نفعت عمك بشيء، وما قال علي بعد موته: يا رسول الله! إن عمك الشيخ الضال قد مات.** ”یہ روایت صحیح نہیں۔ اگر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا ہوتا تو وہ کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوتے نہ کہتے کہ کیا آپ نے اپنے چچا کو کوئی فائدہ دیا ہے؟ نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ نہ کہتے کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔“ (تاریخ الاسلام للذہبی: 149/2)

نیز لکھتے ہیں: **إسناده ضعيف، لأن فيه مجهولا، وأيضا فكان العباس ذلك الوقت على جاهليته، ولهذا إن صح الحديث لم يقبل النبي صلى الله عليه وسلم روايته، وقال له: لم أسمع، وقد تقدم أنه بعد إسلامه قال: يا رسول الله! هل نفعت أبا طالب بشيء فإنه كان يحوطك ويغضب لك؟ فلو كان العباس عنده علم من إسلام أخيه أبي طالب لما قال هذا، ولما سكت عند قول النبي صلى الله عليه وسلم: «هو في ضحضاح من النار»، ولقال: إني سمعته يقول: لا إله إلا الله، ولكن الرافضة قوم بهت.** ”اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک مجہول راوی موجود ہے۔ نیز اس وقت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ جاہلیت میں تھے، لہذا اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی یہ روایت قبول ہی نہیں کی اور فرمایا میں نے تو نہیں سنا۔ پھر یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد کہا تھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنے چچا کو کوئی فائدہ پہنچایا ہے؟ وہ تو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی خاطر دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے

تھے۔ اگر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بھائی (ابوطالب) کے مسلمان ہونے کا علم ہوتا تو وہ یہ بات نہ کہتے، نہ وہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو سننے کے بعد خاموش رہتے کہ ابوطالب جہنم کے بالائی طبقے میں ہیں۔ وہ ضرور پکار اٹھتے کہ میں نے تو انہیں لا اِله الا الله کہتے سنا ہے۔ لیکن (کیا کریں کہ) رافضی مہبوت لوگ ہیں۔“ (تاریخ الاسلام: 151/2)

(د) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (700-774ء) فرماتے ہیں: **إن في السند مبهما لا يعرف حاله، وهو قول عن بعض أهله، وهذا إيهام في الاسم والحال، ومثله يتوقف فيه لو انفرد والخبر عندي ما صح لضعف في سنده.**

”اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے جس کے حالات معلوم نہیں ہو سکے، نیز یہ اس کے بعض اہل کی بات ہے جو کہ نام اور حالات دونوں میں ابہام ہے۔ اس جیسے راوی کی روایت اگر منفرد ہو تو اس میں توقف کیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک یہ روایت سند کے ضعیف ہونے کی بنا پر صحیح نہیں۔“ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 123/3-125)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (773-852ء) لکھتے ہیں: **بسند فيه من لم يسم وهذا الحديث لو كان طريقه صحيحا لعارضه هذا الحديث الذي هو أصح منه فصلا عن أنه لا يصح.** ”یہ روایت ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جس میں ایک راوی کا نام ہی بیان نہیں کیا گیا۔۔۔ اس حدیث کی سند اگر صحیح بھی ہو تو یہ اپنے سے زیادہ صحیح حدیث کے معارض ہے۔ اس کا صحیح نہ ہونا مستزاد ہے۔“

(فتح الباری لابن حجر: 184/7)

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (762-855ء) لکھتے ہیں: **في سند هذا الحديث مبهما لا يعرف حاله، وهذا إيهام في الاسم والحال، ومثله يتوقف فيه لو انفرد.** ”اس حدیث کی سند میں ایک مبہم راوی ہے جس کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ نام اور حالات دونوں مجہول ہیں۔ اس جیسے راوی کی روایت اگر منفرد ہو تو اس میں توقف کیا جاتا ہے۔“ (شرح ابی داؤد للحنینی الحنفی: 172/6)

ابوطالب کے کفر پر قوت ہونے پر قرآنی صراحت اور بہت سی صحیح احادیث کو ترک کر کے ایک "ضعیف" روایت کی بنیاد پر اس کے اسلام و ایمان کو ثابت کرنا انصاف نہیں!

③ اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث کہتے ہیں: قال العباس : يا رسول الله ! أترجوا لأبي طالب ؟ قال : كل خير أرجوا من ربي، يعني لأبي طالب. "عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابوطالب کے لیے کوئی امید رکھتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب سے ابوطالب کے لیے ہر خیر کی امید رکھتا ہوں۔" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 1/124، تاریخ ابن عساکر: 336/66)

تبصرہ: یہ روایت "ضعیف" ہے۔ اسحاق بن عبد اللہ بن الحارث تابعی ہیں اور ڈائریکٹ نبی اکرم ﷺ سے روایت بیان کر رہے ہیں لہذا یہ مرسل ہونے کی وجہ سے "منقطع" اور "ضعیف" ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تو اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: وذكر ابن حبان في ثقات أتباع التابعين، ومقتضاه عنده أن روايته عن الصحابة مرسلة. "امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ تابعی میں ذکر کیا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی صحابہ کرام سے روایت مرسل ہوتی ہے۔"

(تہذیب التہذیب لابن حجر: 210/1) اس بنیاد پر یہ روایت "معضل" یعنی دوہری منقطع ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ء) کا یہ فیصلہ بھی سستے جائیں: ووقفت على جزء جمعه بعض أهل الرقص، أكثر فيه من الأحاديث الواهية الدالة على إسلام أبي طالب، ولا يثبت من ذلك شيء. "مجھے ایک ایسے جزء پر واقفیت ہوئی ہے جسے کسی رافضی نے جمع کیا ہے۔ اس میں بہت سی ایسی کمزور روایات ہیں جو ابوطالب کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔" (فتح الباری لابن حجر: 148/7)

ایک قرآنی "دلیل"!

شیعہ لوگ ابوطالب کی نجات کے بارے میں ایک دلیل قرآن کریم کی اس آیت کو بناتے ہیں:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ، أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الأعراف: 157]

"پس جو لوگ آپ (ﷺ) کے ساتھ ایمان لائے اور آپ کی نصرت و تائید کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ پر نازل کیا گیا، وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

شیعہ کا ابوطالب کے بارے میں کہنا ہے کہ: "اس نے نبی اکرم ﷺ کی حمایت و نصرت کی، آپ کے لیے آپ کے دشمنوں سے دشمنی منول لے رکھی تھی، لہذا وہ فلاح پا گیا۔"

اس کے رد و جواب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ء) لکھتے ہیں: وهذا مبلغهم من العلم ! وإنا نسلم أنه نصره وبالغ في ذلك، لكنه لم يتبع النور الذي أنزل معه، وهو الكتاب العزيز الداعي إلى التوحيد، ولا يحصل الفلاح إلا بحصول عارث عليه من الصفات كلها. "یہ ان کا مبلغ علم ہے! ہم اس کا تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کی نصرت و تائید کی تھی اور بہت زیادہ کی تھی لیکن انہوں نے اس نور کی پیروی تو نہیں کی جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا۔ یہ نور وہ کتاب عزیز (قرآن کریم) ہے جو توحید کی طرف دعوت دیتا ہے۔ کامیابی تو تب ہی حاصل ہو گی جب اس کے لیے بیان کی گئی تمام صفات حاصل ہوں گی۔"

(الاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: 241/7)

کی موافقت کی ہے۔

اس کا راوی ربیعہ بن سیف جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”حسن الحدیث“ ہے۔

اس حدیث کے تحت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (384-458ء) فرماتے ہیں: جدۃ أبیہا عبد المطلب بن ہاشم وکانوا یبعدون الوثن حتی ماتوا، ولم یدینوا دین عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام؟ وأمرهم لا یقدح فی نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لأن أنکحة الکفار صحیحة، ألا تراهم یسلمون مع زوجاتهم فلا یلزمهم تجدد العقد، ولا مفارقتھن إذا کان مثله یمیز فی الإسلام .

”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کے دادا عبد المطلب بن ہاشم تھے۔۔۔ یہ لوگ مرتے وم تک بتوں کی پوجا کرتے رہے تھے۔ انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دین قبول نہیں کیا تھا۔ البتہ ان کا یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں کوئی عیب کا باعث نہیں، کیونکہ کفار کے کیے گئے نکاح درست ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ کفار جب اپنی بیویوں سمیت مسلمان ہوتے ہیں تو ان کو نیا نکاح یا اپنی بیویوں سے جدائی اختیار نہیں کرتی پڑتی، کیونکہ اسلام میں اس طرح کی صورت جائز ہے۔“ (أدلائل النبوة للسیفی: 192/1-193)

معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب جاہلیت کے دین پر قائم تھے اور اسی پر ان کی وفات ہوئی تھی۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ شیعہ اس کے بالکل برعکس کہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (700-774ء) فرماتے ہیں: والمقصود أن عبد المطلب مات علی ما کان علیہ من دین الجاہلیة، خلافا لفرقة الشيعة فیہ وفي ابنه أبي طالب . ”مقصود یہ ہے کہ عبد المطلب اُسی دین جاہلیت پر فوت ہوئے

تھے جس پر وہ قائم تھے۔ شیعہ کا اُن کے بارے میں اور اُن کے بیٹے ابو طالب کے بارے میں نظریہ اس کے برعکس ہے۔“ (السيرة لابن کثیر: 238، 239/1)

ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بَيْنَمَا نَحْنُ نُمَشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِذْ بَصَرَ بِامْرَأَةٍ، لَا نَظْنُ أَنَّهَا عَرَفَهَا، فَلَمَّا تَوَجَّهْنَا الطَّرِيقَ وَقَفَ حَتَّى انْتَهَتْ إِلَيْهِ، فَإِذَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَ: « مَا أَخْرَجَكَ مِنْ بَيْتِكَ يَا فَاطِمَةُ؟ »، قَالَتْ: أَتَيْتُ أَهْلَ هَذَا الْبَيْتِ فَرَحَّمْتُ إِلَيْهِمْ مَبْنِيَّهِمْ وَعَزَّيْتَهُمْ، فَقَالَ: « لَعَلَّكَ بَلَغْتَ مَعَهُمُ الْكُذْبَى »، قَالَتْ: مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَكُونَ بَلَغْتُهَا مَعَهُمْ، وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِي ذَلِكَ مَا تَذْكُرُ، قَالَ: « لَوْ بَلَغْتُهَا مَعَهُمْ مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ حَتَّى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيكَ » .

”ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا۔ ہمارا خیال نہیں تھا کہ آپ اسے پہچان گئے ہوں گے۔ جب ہم راستے کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ رُک گئے حتیٰ کہ وہ عورت آپ کے پاس آگئی۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے فاطمہ! آپ گھر سے کیوں نکلیں؟ انہوں نے عرض کیا: میں ان گھر والوں کے پاس آئی تھی اور ان کے مرنے والے کے لیے رحم کی دعا کی اور انہیں تسلی دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید کہ آپ اُن کے ساتھ قبرستان بھی پہنچی ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ اس بات سے کہ میں اُن کے ساتھ قبرستان جاتی، جبکہ میں نے آپ سے اس بارے میں وہ باتیں سُن رکھی ہیں جو آپ فرمایا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ ان کے ساتھ قبرستان پہنچی جاتیں تو اس وقت تک جنت کو نہ دیکھ پاتیں جب تک آپ کے والد کے دادا اُسے نہ دیکھ لیتے۔“ (مسند الامام احمد: 2/168، 2/223، سنن ابی داؤد: 3123 مختصر، سنن النسائی: 1881، مسند لاحسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (3177) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (373/1، 374) نے اسے ”صحیح علی شرط الشیخین“ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان